ڈاکٹر امین اللہ وثیر

اسلامی معیشت میں

سادگی اور کفایت شعاری کی اہمیت

(یہ مقالہ خود انحصاری سیمینار منعقدہ لاہور میں پڑھا گیا)

اسلام دینِ فطرت ہے، وہ نیکی کی ایک عالمگیر دعوت اور ہمہ گیر انقلاب کا نام ہے۔ اس کے اصول وضوابط انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں اور وہ انسان کی روحانی، اخلاقی، مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی ترقی وکمال اور فلاح وبہبود کا علمبردار ہے۔ یہ چوں کہ ایک وسیع اور مکمل نظامِ حیات ہے لہٰذا انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اس کی دسترس سے باہر نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ معیشت واقتصاد کا موضوع بھی ایک دینی موضوع ہے۔ اس بارے میں قرآن و حدیث کی واضح ہدایات ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہیں اور مسلمان علماء ومفکرین نے ہمیشہ اس موضوع کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔

طلبِ رزق اور کسبِ حلال کی اسلامی تعلیمات میں بڑی اہمیت ہے، قرآن مجید میں رزق کو اللہ کے فضل اور مال ودولت کو خیر کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس بات کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ انسان اپنے معاشی وسائل کے حصول کے لیے مصروفِ عمل ہو۔

اسلامی معاشرے میں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے، دریوزہ گری کرنے اور دوسروں کے ٹکڑوں پر پلتے رہنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

سورۃ الجمعۃ میں ارشاد ہے:۔

"فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"

(پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو)

سورۃ المزمل میں فرمایا:۔

"وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"

(اور کتنے دوسرے لوگ ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں اللہ کا فضل تلاش کرتے)
اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-
"طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ" (کنز العمال جلد ۲)
(حلال روزی کی تلاش فریضہ (عبادت) کے بعد بڑا فریضہ ہے)
ایک اور حدیث میں ہے :-
"اُطْلُبُوا الرِّزْقَ فِی خَبَایَا الْاَرْضِ" (دارقطنی)
(رزق کو زمین کے پوشیدہ گوشوں میں تلاش کرو)
حضرت عمرؓ بن الخطاب کا قول ہے :
"لَا یَقْعُدُ اَحَدُکُمْ عَنْ طَلَبِ الرِّزْقِ" (احیاء العلوم جلد ۲)
(تم میں سے کوئی بھی طلبِ رزق کی جدوجہد کو چھوڑ کر بیکار نہ بیٹھا رہے)
قرآن مجید میں اس حقیقت کو بار بار واضح کیا گیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے دنیا میں نعمتیں اسی لیے پیدا کی ہیں کہ اس کے بندے ان سے متمتع ہوں، ہماری شریعت میں نعمِ خداوندی سے اجتناب کرکے رہبانیت اختیار کرنے کا کوئی تصور موجود نہیں، ارشادِ خداوندی ہے :
"وَرَھْبَانِیَّۃَنِ ابْتَدَعُوْھَا مَا کَتَبْنٰھَا عَلَیْھِمْ" (سورۃ الحدید)
(اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی، ہم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا)
بلکہ قرآن مجید کا تو اعلان ہے کہ :
"ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً" (البقرۃ)
(اللہ تعالےٰ) وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے)
معلوم ہوا کہ طلب رزق، معاشرتی زندگی کا ایک اہم تقاضا ہے، جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں، البتہ اسلام نے طلب رزق کے لیے بعض اصول وضع کر دیئے ہیں جن سے ہٹ کر روزی کمانا ناجائز اور نامناسب ہے اور کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اللہ اور رسولؐ کے احکام کو پسِ پشت ڈال کر حرام کاموں میں اپنے آپ کو ملوث کرے۔
طلب رزق کے معاملے میں یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ اسلام نے صرف حلال اور

طیب چیزوں کے حلال اور جائز ذرائع ہی سے حصول کی اجازت دی ہے، پاک اور ناپاک میں امتیاز کیا ہے اور جائز اور ناجائز طریقوں میں امتیاز کو روا رکھا ہے۔ بذاتِ خود حلال اور پاک چیز بھی اگر حرام اور ناجائز ذرائع سے حاصل کی جائے گی تو اسکا استعمال ایک مسلمان کے لیے جائز نہ ہوگا۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً" (سورۃ المومنون)

(اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزوں میں سے اور عمل کرو نیک)

"وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلاً طَیِّباً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔" (المائدۃ)

(اور کھاؤ ان چیزوں میں سے جو اللہ نے تم کو عطا کی ہیں حلال اور پاکیزہ اور ڈرتے رہو اللہ کی ناراضی سے، جس پر تم ایمان لائے ہو)

یٰاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّباً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ" (البقرۃ)

(اے لوگو! کھاؤ جو کچھ زمین میں ہے حلال اور طیب۔ اور شیطان کے طریقوں کی پیروی نہ کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔)

"كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ" (البقرۃ)

(اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو!)

اسلام لذائذِ دنیا سے نہیں روکتا بشرطیکہ وہ جائز اور پاکیزہ ہوں، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ" (المائدۃ)

(اے ایمان والو! اپنے اوپر ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرلو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال قرار دی ہیں)

"وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ"

(اور (نبی علیہ السلام) ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال رکھتے ہیں اور خبیث

چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں) (الاعراف)

ان آیات میں رزقِ حلال وطیّب کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اہلِ ایمان کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے کہ جو چیز بھی معیشت کے لیے حاصل کی جائے وہ اپنی ذات میں بھی اور حصول کے اعتبار سے بھی پاک ہو اور اس میں کسی طرح کی بھی خباثت اور ناپاکی شامل نہ ہو

علامہ رشید رضا مصری نے اپنی تفسیر میں حلالاً طیباً کے سلسلے میں تحریر کیا ہے :۔

"پس جو شئے ناحق لی گئی اور صحیح طریقۂ کار سے حاصل نہیں کی گئی بلکہ ربا، رشوت، قمار، ظلم، غصب، دھوکا، خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع سے حاصل کی گئی وہ حرام ہے، اس لیے کہ وہ طیّب نہیں۔ پس ہر خبیث شئے حرام ہے خواہ وہ خُبث باہر کے اسباب وذرائع سے اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اپنے اندر موجود ہو، جیساکہ کھانے پینے کی چیزوں میں سڑکر بو آجانا اور امراض جسمانی کا سبب بننا۔"

اسلام نے معیشت کے معاملے میں کن کن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور کن کن امور سے اجتناب کی تلقین کی ہے، اس سلسلے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تحریر فرماتے ہیں :

قرآن مجید نے حصولِ دولت کے جن طریقوں کو ممنوع ٹھہرایا ہے وہ مختصراً یہ ہیں :

(۱) دوسرے کا مال اس کی رضا کے بغیر اور بلا عوض یا برضا اس طرح لینا کہ رضامندی کسی دباؤ یا دھوکے کا نتیجہ ہو (۲) رشوت (۳) غصب (۴) خیانت خواہ افراد کے مال میں ہو یا پبلک کے مال میں (۵) چوری اور ڈاکہ (۶) مالِ یتیم میں بے جا تصرف (۷) ناپ تول میں کمی بیشی (۸) فحش پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار (۹) گانے بجانے کا پیشہ (۱۰) قحبہ گری اور زنا کی آمدنی (۱۱) شراب کی صنعت اور اس کی بیع اور اس کی نقل وحمل (۱۲) جوا اور تمام وہ طریقے جن سے لوگوں کا مال کچھ دوسرے لوگوں کی طرف منتقل ہونا محض بخت واتفاق پر مبنی ہو (۱۳) بت گری، بت فروشی، اور بت خانوں کی خدمات، (۱۴) قسمت بتانے اور فال گری کا کاروبار (۱۵) سود خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ اور خواہ وہ شخصی ضروریات کے قرضوں پر ہو یا تجارتی وصنعتی اور زراعتی ضروریات کے قرضوں پر (معاشیاتِ اسلام صفحہ ۸۹)

کسب مال کے باطل طریقوں کی پوری تفصیل تو احادیث نبوی اور فقہ اسلامی کی کتب کے

متعلقہ ابواب میں دیکھی جا سکتی ہے، یہاں قرآن مجید کی بعض آیات اور احادیث نبوی کا بیان کردینا کافی ہوگا۔ جن سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ دولت صرف حلال اور جائز طریقوں سے حاصل کی جائے اور حرام و ناجائز طریقوں سے اجتناب کیا جائے۔

مختصراً کسبِ معاش میں اسلام یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ حاصل کردہ شے حلال ہو حرام نہ ہو، اور طیّب ہو خبیث نہ ہو۔ جو شخص اللہ اور رسول کے مقرر کردہ احکام اور اصول کے تحت اپنے لیے وسائلِ معاش بہم پہنچائے تو بلاشبہ اس کی کمائی صالح معیشت میں شمار کی جائے گی۔ لیکن کسبِ معاش کے ساتھ ہی ساتھ اسلام نے دولت اور سرمایہ داری کے وہ تمام طریقے ممنوع قرار دیئے ہیں جن سے سرمایہ پھیلنے سے روکا جائے اور اس کو اس طرح جمع کرلیا جائے کہ معاشرے کے دوسرے افراد اس کے منافع سے متمتع نہ ہوسکیں۔ دراصل مال و دولت کے معاملے میں اسلام کا اپنا ایک خاص مقصد ہے جس کی طرف "كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ" (کہ مال تمہارے مالداروں ہی میں چکر نہ لگاتا رہے) میں اشارہ کیا گیا ہے اور یہ مضمون جسے قرآن مجید نے اس ایک مختصر مگر جامع فقرے میں بیان کردیا ہے اسلامی معاشیات کا سنگِ بنیاد ہے۔ اسی لیے اکتناز اور احتکار (غلے کو روکے رکھنا اور مصنوعی قلت پیدا کرنا) اسلامی نظامِ معیشت کے لیے قابلِ قبول نہیں ہیں، کیونکہ وہ اس بات کا قائل نہیں کہ دولت تقسیم ہونے کے بجائے سمٹ کر خاص حلقوں یا مخصوص طبقوں تک محدود ہوجائے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ" (التوبۃ)

(اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دو!)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ۔ (ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنتی ہے)

اسلام بخل اور کنجوسی سے بھی منع کرتا ہے فرمایا :

" سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " (آل عمران)

(جس مال میں انہوں نے بخل کیا ہے اسی کا طوق قیامت کے دن ان کے گلے میں ڈالا جائے گا)

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

" وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ " (سورۃ التغابن)

(اور جو کوئی دل کی تنگی اور نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں)

صرفِ دولت

اسلامی معاشی نظام میں ہر انسان کو حق حاصل ہے کہ وہ طلب رزق اور کسبِ مال کے لئے تگ و دو کرے اور اپنے لیے، اپنے اہل و عیال کے لیے دولت کمائے اور ان پر خرچ کرے ۔ اسلام اس بات کو بھی مسلمانوں پر لازم قرار دیتا ہے کہ ان کے مال کا ایک حصہ معاشرے کے اجتماعی کاموں میں صرف کیا جائے اور ایسے افرادِ انسانی جو واقعۃً مستحق ہوں، ان کی امداد و اعانت ہر صاحب استطاعت کا فرض ہے ۔

اس سلسلے میں قرآن مجید کی بیشمار آیات اور احادیث نبویؐ ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے :

" لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ "

(نیکی اس چیز کا نام نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرلو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان ایمان لائے اللہ پر، یومِ آخرت پر، ملائکہ پر، کتاب پر اور نبیوں پر، اور مال دے اللہ کی محبت میں، اپنے رشتہ داروں ،یتیموں ، مسکینوں ، مسافروں اور مدد مانگنے والوں کو اور خرچ کرے لوگوں کو غلامی سے گردنیں چھڑانے میں)

سورۃ الدھر میں ہے :

"وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا"
(اور وہ اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین اور یتیم اور قیدی کو)

سورۃ المعارج میں فرمایا:

"وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ"
(اور ان کے مالوں میں ایک مقرر شدہ حق (حصہ) ہے مدد مانگنے والوں اور محروم لوگوں کے لیے۔)

سورۃ البقرۃ میں ہے:

"وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ"
(اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں)۔

یہ تو فی سبیل اللہ صرف دولت کا حکم تھا۔ عام اصولِ معیشت کے اعتبار سے جب انسان کو یہ حق دے دیا گیا کہ وہ کمائے اور کھائے، پیئے اور پہنے، اور اپنی دنیوی زندگی کو سنوارنے کے لیے مال خرچ کرے، تو اب دیکھنا ہوگا کہ کس طرح خرچ کرے؟ کیا وہ اپنی کمائی ہوئی دولت کا جس طرح چاہے خرچ کرنے کا مقتدر ہے یا اس کے لیے بھی کوئی حدود و قیود اس پر لازم قرار دی گئی ہیں؟

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، تمدنی اور اجتماعی ضروریات کے لحاظ سے شریعت نے مال و دولت کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے، اسے اللہ کا فضل اور خیر قرار دیا ہے، بلکہ کسبِ حلال کو فرض گردانا ہے، اور اسے ایک اعلیٰ درجے کی عبادت اور فریضہ بتایا ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر مال و دولت کو ضائع کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور اس کے تحفظ کو اس قدر ضروری قرار دیا ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو جائے اس کو شہید کا لقب عطا کیا ہے۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ اسلام اگرچہ دولت کمانے کے خلاف نہیں لیکن وہ اس رجحان کو ناپسندیدہ قرار دیتا ہے کہ انسان درہم و دینار کا غلام بن کر رہ جائے اور جب کبھی دولت اور اعلیٰ ملی و اجتماعی تقاضوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا مرحلہ آجائے تو وہ دولت کو ترجیح دے اور ملی تقاضوں کو نظر انداز کر دے۔ اسلام مادہ پرستی اور حرصِ دنیا کو پسند نہیں کرتا، چنانچہ ترمذی کی ایک روایت کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بندۂ دینار اللہ کی رحمت سے محروم ہوا اور بندۂ درہم اللہ کی رحمت سے دور ہے"۔

صرف دولت کے بارے میں اسلام کا اصول اعتدال، میانہ روی اور سادگی کا ہے۔

اعتدال اور میانہ روی اسلامی نظامِ اخلاق کا ایک عظیم الشان باب ہے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو امت وسط (بیچ اور درمیان کی امت) کا نام دیا گیا ہے۔ اسلام ہر قسم کے افراط و تفریط سے بچنے اور اعتدال اور میانہ روی کا دین ہے، لہٰذا یہ امت بھی اُمَّۃً وَّسَطاً کہلائی۔

اعتدال کو اسلامی معاشرت کے ہر پہلو میں مستحسن اور پسندیدہ قرار دیا گیا ہے، حتیٰ کہ عبادات میں بھی غلو اور افراط سے منع کیا گیا ہے۔ احادیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر روزہ رکھنے اور ہر وقت نوافل میں مشغول رہنے سے بھی منع فرمایا۔ اللہ تعالٰے کو پکارنے کے لیے بیچ کی راہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ چال ڈھال میں بیچ کی چال کا حکم ہے۔ سخاوت اور فیاضی بہت عمدہ انسانی صفت ہے لیکن اس میں بے اعتدالی اور نمود و نمائش کی ممانعت کی گئی ہے۔

ایک حدیث نبوی کے الفاظ ہیں:

"مَا اَحْسَنَ الْقَصْدُ فِی الْغِنٰی، ما اَحْسَنَ الْقَصْدُ فِی الْفَقْرِ، مَا اَحْسَنَ الْقَصْدُ فِی الْعِبَادَۃِ" (کنز العمال)

(دولت مندی میں اعتدال کتنا عمدہ ہے۔ محتاجی میں اعتدال کتنا عمدہ ہے، عبادت میں اعتدال کتنا عمدہ ہے)

مسند امام احمدؒ میں روایت ہے:

مِنْ فِقْہِ الرَّجُلِ قَصْدُہٗ فِیْ مَعِیْشَتِہٖ"

(انسان کی دانشمندی یہ ہے کہ وہ معیشت میں میانہ روی اختیار کرے)

ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔

"مَاعَالَ مَنِ اقْتَصَدَ"

(جو میانہ روی پر قائم رہتا ہے وہ کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوتا)

ذیل میں اسراف و تبذیر سے اجتناب اور اعتدال و میانہ روی کے قرآنی احکام درج کیے جاتے ہیں:

قرآن مجید میں اس بات کی سخت مذمت کی گئی ہے کہ انسان جائز طریقوں سے حاصل شدہ دولت کو ناجائز کاموں میں اڑاتے ، یا اپنے ہی عیش اور لطف و لذت پر اسے صرف کرتا چلا جائے اور اپنا معیار زندگی زیادہ سے زیادہ بلند کرنے کے سوا اپنی دولت کا کوئی اور مصرف اس کی نگاہ میں نہ ہو، چنانچہ حکم ہے :

"كُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الانعام : ۱۴۱)

(اور کھاؤ درخت کا پھل جب وہ پھل لائے اور کٹائی کے دن اس کا حق بھی ادا کرو لیکن بے جا خرچ نہ کرو، اللہ کو بے جا خرچ کرنے والے خوش نہیں آتے)

"وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الاعراف، ۳۱)

(کھاؤ اور پیو ، مگر حد سے نہ گذرو ، اللہ حد سے گذر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا)

"وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۔ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل)

(اور اپنے رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔ اور فضول خرچی نہ کر۔ فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں ، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔)

گویا جائز طریقے پر حاصل ہونے والی دولت پر تصرف کے بارے میں فرد کو بالکل کھلی چھوٹ نہیں دے دی گئی ہے بلکہ اس پر کچھ قانونی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں تاکہ کوئی فرد اپنی ملکیت میں کسی ایسے طریقے پر تصرف نہ کر سکے جو معاشرے کے لیے نقصان دہ ہو، یا جس میں خود اس فرد کے دین و اخلاق کا نقصان ہو۔ اسلام میں کوئی شخص اپنی دولت کو فسق و فجور میں صرف نہیں کر سکتا اسراف اور عیش و عشرت پر اسلام پابندیاں عائد کرتا ہے ، وہ اسے بھی جائز نہیں رکھتا کہ تم خود عیش کرو اور تمہارا ہمسایہ رات کو بھوکا سوئے ۔ اسلام صرف مشروع اور معروف طریقے پر ہی دولت سے متمتع ہونے کا آدمی کو حق دیتا ہے ۔